علومِ حدیث میں علامہ احمد شاکرؒ کے اصولی اختیارات — تجزیہ وبیان

Allama Ahmad Shakir's Basic Principles in Hadith: An Overview

یاسر فاروق[i] ڈاکٹر جانس خان[ii]

Abstract

Allama Ahmad shakir was a well-known and literary personality of modern age. He was a great researcher and has a good command on religious literatures and studies. In his era, he took a great place among the scholars, as a specialist in hadith, fiq'h, tafseer, and their history & principals. Now, he is recognized as an authority on principalities of hadith and fiq'h. In his earlier life, when he started seeking knowledge of many religious studies, he left other all disciplines of science and mankind.

After all, he became one of those scholars and researchers, people paid a huge attention to his concepts cordially, spiritually and by necessity. When anybody starts seeking knowledge from his books, he finds him a great well-wisher of Islam and Muslims.

In this article, with an analytical study, some of his major and innovent concepts and justified principals are discussed which he had presented in his books or shows his research methodologies in different books.

Key Words: *Hadith, Ahmad Shakir, Basic principles.*

علامہ احمد شاکر عصرِ قریب کی ایک نابغہ ءروزگار علمی شخصیت ہیں۔ آپؒ ایک جید و محقق عالمِ دین تھے، اور اکثر شرعی واصولی علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ اپنے دور میں آپ علومِ شریعہ بالخصوص حدیث، تفسیر اور متعلقہ علوم وفنون میں دیگر علماء پر فائق تھے۔ ابتدائی طور پر آپ نے جب علوم کا اخذ واستفادہ شروع کیا تو اس میں غیر معمولی شغف کی بناء پر دیگر علومِ کسبیہ ودنیویہ سے لاتعلق ہو کر رہ گئے۔ آپؒ نے جس علم کو حق سمجھا اس پر خود بھی عمل کیا اور دوسروں کو بھی بغیر کسی خوف وطمع کے ترغیب دی۔ جس کے نتیجے میں بے شمار لوگوں نے آپ سے کسبِ فیض کیا اور ان کی زندگیاں علامہ موصوف کی وجہ سے بدل گئیں۔ اس مقالہ میں آپؒ کی خدمات بالخصوص علمِ حدیث کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں اور ان کا جمہور اہلِ علم کے علاوہ احمد شاکرؒ کے معاصرین کی آراء سے تقابل بھی کیا گیا ہے۔

نام ونسب

علامہ موصوف کا پورا نام "احمد بن محمد شاکر بن عبدالقادر" تھا، اور تعلق آلِ ابو علیاء سے تھا۔ آپؒ کا سلسلہ نسب حسین بن علیؓ سے جا ملتا ہے۔ اصلاً آپؒ کے والد گرامی نے آپ کا نام "احمد شمس الائمہ ابو الأشبال" رکھا ہے۔ آپ کی ولادت بعد از نمازِ فجر

---

i لیکچرر، شعبہ علومِ اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، بہاول نگر کیمپس

ii اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف ملاکنڈ، دیر (لوئیر)

، بروز جمعۃ المبارک، ۲۹ جنوری ۱۸۹۲ء بمطابق ۲۹ جمادی اخریٰ ۱۳۰۹ھ کو مصر کے شہر "جرجا" میں ہوئی۔ آپ کا خاندان نہایت شریف اور بااخلاق تھا۔ آپ کے والد الشیخ محمد شاکر مصر کے نامور علماء میں شمار ہوتے تھے۔ انھوں نے ابتدائی طور پر مفتی الدیار شیخ عباسی المہدی کے ساتھ دارالافتاء میں کام کیا۔ بعد ازاں قاضی بنادیئے گئے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد سوڈان میں آپ کو چیف جسٹس بنادیئے گئے۔ کچھ عرصہ انہوں نے اسکندریہ میں بطور شیخ بھی کام کیا۔ بالآخر جامعہ ازھر میں آپ تمام شیوخ کے وکیل (نگران) مقرر کردیئے گئے[1]۔

ابتدائی تعلیم

علامہ احمد شاکرؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے مدارس سے حاصل کی۔ اس کے علاوہ اپنے والدِ محترم کے دروس ومجالس میں بلاناغہ شریک ہوتے۔ چنانچہ صغر سنی میں ہی آپ نے اسلام کی مبادیات اور تعلیمات کا حظ وافر حاصل کرلیا۔ آپؒ کی تعلیم و کتابت کے حصول کے لیے حرص یہیں سے پیدا ہوئی۔ آپ کے والد نے اس حرص اور آپ کی ذہانت و دلچسپی کو دیکھ کر "معہد الاسکندریہ" میں باضابطہ داخل کرادیا۔ جہاں آپ نے سلسلہ وار تعلیم حاصل کرنا شروع کردی۔ ۱۹۰۹ء میں جب آپ کے والد جامعۃ الازھر کے مشائخ کے نگران منتخب ہوئے اور واپس مصر آئے تو آپؒ درجہ عالیہ کے حصول کی خاطر بے چین تھے۔ آپ کے والد نے فوراً ہی جامعہ ازہر میں آپ کو داخل کرادیا، جہاں سے آپؒ نے ۱۹۱۷ء میں درجہ عالمیہ (ایم-اے) امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اسی دور میں قاہرہ شہر میں عالمِ مغرب ومحدثِ زماں الشیخ عبداللہ بن ادریس السنوسی تشریف لائے تھے۔ احمد شاکرؒ اور ان کے بھائی نے ان سے صحیح البخاری کا ایک معتدبہ حصہ درس میں پڑھا اور اجازتِ روایہ حاصل کی۔ اسی طرح شیخ محمد امین شنقیطیؒ سے آپ نے بلوغ المرام للحافظ ابن حجر کا درس لیا، اس کے علاوہ آپؒ نے انہی ایام میں احمد بن شمس الشنقیطی، شیخ شاکر عراقی، شیخ طاہر الجزائری اور استاد محمد رشید رضا المصری سے تقریباً کتب الستہ کے دروس لیے[2]۔

سیاسی واجتماعی سرگرمیاں

علامہ احمد شاکرؒ اس دور میں حیات رہے جب فتن اور غیر مصدقہ اخبار وواقعات کی نشرواشاعت عروج پر تھی اور عالمِ اسلام انگریزی وفرانسیسی استعمار کے پنجوں میں تھا۔ مسلمانوں کی قوت اور ان کی عظمتِ رفتہ کے نقوش مٹتے چلے جارہے تھے اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کی تمام تر کوششیں بے سود ہو کر رہ گئی تھیں۔ اسلام اور تعلیماتِ اسلام تحریکِ استشراق اور صیہونیت کی سازشوں تلے سسک رہی تھیں۔ اس دور میں جب کہ سنتِ نبوی کا ایک بار پھر سے احیاء اس خطہ ارضی میں ضروری ہوچکا تھا، تو علامہ احمد شاکر نے معاصرین کی اس طرف توجہ دلائی اور علومِ حدیث کو ایک بار پھر از سرِ نو شروع کیا۔ اگرچہ آپؒ خود اس میں بقدر وسعت حصہ ڈال چکے، تاہم بعد میں آنے والے مصری علماء نے اس میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ احمد شاکرؒ کے اس دور میں لکھے گئے متنوع علمی مقالات از حد مقبول ہوئے۔ آپ کی تعلیقات میں خاص طور پر تفسیر طبری میں آیاتِ حاکمیت وتکفیر پر جو عمدہ نکات ہیں وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ ان کے فکری نظریات وتصورات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اگر ان کی کتاب "کلمۃ الحق" کو دیکھا جائے تو قاری اس کا مطالعہ کرکے حیران وششدر رہ جاتا ہے، کہ کس قدر دین حنیف کی خدمت، مبتدعین کا رد اور خرافات وغیر

شرعی امور پھیلانے والی استشراقی تحریکوں کا اس میں ردّ پیش کیا گیا ہے۔

اس حوالے سے آپؒ کے مشہور مقالات میں "أيتها الامم المستبعدة، بيان إلى الامة المصرية خاصة وإلى الأمم العربية والاسلامية عامة، تحية المؤتمر العر بى فى قضية فلسطين" شامل ہیں۔ جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی سیاسی بصیرت کس قدر مستحکم تھی اور وہ امت کے دشمنوں سے کس قدر نفرت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس طریقہ سے انھوں نے امت کو دعوت وجہاد کے منہج سے روشناس کرایا اور ان کو فتنہ وفساد، شرک وکفر کے ردو خاتمہ کے لیے ذہنی و جسمانی ہر اعتبار سے تیار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

فقہی مذہب

ایم-اے آپ نے جامعہ ازہر سے مذہبِ حنفیہ کے تحت پاس کیا، بلکہ اس کے بعد ایک عرصہ تک عہدہ قضاء پر فائز رہے تو مذہب حنفی کے تحت ہی فیصلہ دیتے رہے، یہاں تک کہ سن ۱۳۲۸ھ کو آپؒ نے جب حدیث وسنت کے ساتھ تعلق استوار کیا اور باضابطہ اس کام کو شروع کیا تو ادلہ وبراہین نے آپ کی فکر کو مستقیم کر دیا۔ جس سے آپ میں مذہب معین سے جڑا تعلق بھی زائل ہو گیا۔ چنانچہ آپؒ نے "الرسالة للشا فعى " کے تحقیقی مقدمے میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

> "فسمعتُ كثيرا و قرأت و درستُ أخبار العلماء والأمة و نظرت فى أقوالهم وأدلتهم، ولم أتعصّب لواحد منهم،ولم أحدّ عن سنن الحق فيما بدا لى ،فان أخطات فكما يخطى الرجل وإن أصبتُ فكما يصيب الرجل ،أحترم رأيى ورأيى غيرى ، وأحترم ما أعتقده حقاً قبل كل شى وفوق كل شئى.[3]"

> "میں نے بہت سنا اور پڑھا ہے، اسی طرح علماء وامت کے واقعات واخبار بھی پڑھی ہیں، اور ان کے اقوال وادلہ بھی میری نظر سے گزری ہیں، تاہم میں ان میں سے کسی ایک پر کاربند نہیں ہوں، اور نہ ہی حق کے واضح ہو جانے کے بعد اس راستے میں محدود ہو کر رہا ہوں۔ پس اگر میں غلطی کرتا ہوں تو یہ ایسے ہے جیسے کوئی عام آدمی غلطی کرتا ہے اور اگر درستی ہو تو بھی، میں اپنی رائے کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور میں اپنے اعتقادات کو ہر چیز (اقوال علماء) سے پہلے اور ہر چیز سے اوپر سمجھتا ہو(ادلہ وبراھینِ کتاب وسنت میرا اعتقاد مقرر کرتی ہیں)۔"

البتہ بعض مقامات پر شیخ احمد شاکرؒ نے امام شافعیؒ کے اقوال اور ان کی فقہ کو پسند کیا ہے، وہ اس کی وجہ خود ہی بیان فرماتے ہیں:

> "لوجاز لعالم ان يقلد عالما كان اولى الناس عندى ان يقلد الشافعى ، فانى أعتقد–غيرغالٍ ولا مسرف –أن هذا الرجل لم يظهرمثله فى الاسلام ،فى فقه الكتاب والسنة ونفوذ النظر فيهما ودقة الاستنباط مع قوة العارضة ونور البصيرة والابداع فى اقامة الحجة وافحام المناظرة فصيح اللسان ،ناصح البيان فى الذروة العليا من البلاغة[4]."

> "اگر کسی عالم کے لیے تقلید کرنا جائز ہوتا تو میرے نزدیک امام شافعی ہی سب سے بہترین ہیں، کیونکہ میں بنا کسی حد سے تجاوز کیے یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام میں اس جیسا کوئی شخص نہیں جو کتاب وسنت کی فقہ، اس میں غور وفکر، استنباط واستدلال میں دقتِ نظری اس طرح رکھتا ہو کہ قوتِ معارضہ، نورِ بصیرت، دلیل کے منوانے میں بدیعی صلاحیت سے مالامال ہو جبکہ مناظرے ومناقشے کو جیتنے میں حد درجہ فصیح زبان کا حامل، بیان میں خیر خواہ اور اعلی پائے کی بلاغت سے لیس ہو۔"

معاصرین کی توصیف وثناء

علامہ احمد شاکر کی مدح وثنا میں ان کے معاصرین بہت زیادہ رطب اللسان تھے۔ان کے دورِ علمی کے کارناموں، اصولی مباحث اوران کی تحقیق کے منہج کا چرچا بہت زیادہ ہے۔علماء نے خاص طور پر ان کی تحقیق کو اعتناء بخشا اور اس سے اخذ واستفادہ کرتے ہوئے مرجع کی حیثیت سے اسے قبولیت دی۔الشیخ شعیب ارناؤوط جو کہ ایک علمی و تحقیقی شخصیت تھیں اوران کے معاصر تھے،انھوں نے ابن حبان کی کتاب "الصحیح" پر علامہ احمد شاکرؒ کے کام کو مزید جاری رکھا اور تکمیل تک پہنچانے کے لیے دیگر محققین کو اس پر مامور رکھا۔چنانچہ وہ علامہ موصوف پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے مقام ومرتبہ کو بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

"قد سبقني إلى البدء بإصدار الكتاب العالم الجليل المحدث الأستاذ أحمد محمد شاكر، من بلغ في معرفة حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم – روايةً ودرايةً – مبلغاً لم يجاره به أحد في هذا العصر، ويُعَدُّ رائد نشر نصوص الحديث النبوي في هذا القرن، وتحقيقها على هذا النحو الذي تابعه عليه غير واحد من المتخصصين بالحديث الشريف، إلا أن المنية اخترمته في الرابع عشر من شهر حزيران سنة 1958 م، ولم يصدر من الكتاب إلا الجزء الأول5"

"اس کتاب کو منصہ شہود پر لانے میں امامِ جلیل،استاذ احمد محمد شاکرؒ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں جو معرفتِ حدیث درایۃً وروایۃً،اس مقام کو پہنچتے ہیں کہ اہل زمانہ ان سے پیچھے رہ گئے۔ان کا یہ کام حدیثِ نبوی کی نشر واشاعت میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لیے کہ ان کا منہجِ علمی تحقیق پر گامزن ہونے والوں کے لیے ایک جہت دیتا ہے بالخصوص حدیثِ نبوی میں تخصص کرنے والوں کو۔ہاں البتہ اس حقیقت سے مفر نہیں کہ موت نے انھیں موقع نہ دیا اور صرف ایک ہی جزء منظرِ عام پر لا سکے"

استاد عبدالرحمٰن بن عثمان جنہوں صحیح ابن حبان کے کچھ اجزاء پر کام کیا۔ فرماتے ہیں کہ علامہ احمد شاکرؒ کے چھوڑے ہوئے کام کو ان کے منہج کے مطابق کرنا آسان نہیں تھا،کیونکہ ان کا اسلوبِ تحقیق از حد جان دار اور اپنے آپ میں منفرد ہے۔وہ مزید فرماتے ہیں:

"هذا ما تركه أحمد شاكر من عيون النصوص التي حققها أو ألفها، فأثابه الله وجزاه ما هو أهله؛ لقد ترك علماً ينتفع به، وفتح الباب أمام الراغبين في خدمة حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، الغيورين عليه، الحريصين على نشره وتعليمه6."

"یہ ان نصوص کے چشمے ہیں جن کو علامہ احمد شاکرؒ نے تحقیقی وتالیفی انداز سے بطور رورثہ چھوڑا،اللہ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے جس کے آپ اہل تھے۔اور ایسا علمی ذخیرہ چھوڑا جو قابلِ انتفاعِ کثیر ہے۔اور حدیث کی خدمت کرنے والوں کے لیے باب کھول دیا اور جو نشر وتعلیم کے حریص ہیں،ان کو اس کا حصہ دیا۔"

علامہ احمد بن شاکرؒ کے دیرینہ دوست اور نامور محقق شیخ محمد حامد الفقی نے ان کو کئی خطوط لکھے۔جن میں ان کی کتب کی تعریف وستائش کے ساتھ علماء وطلبہ عظام کی طرف سے مبارکبادی پیغامات بھی لکھے۔کئی مقامات پر انہوں نے علامہ احمد شاکرؒ کے لیے دیگر آئمہ وعلماء کے تحسینی اقوال بھی درج کیے ہیں۔ایک مقام پر شیخ محمد حامد الفقی فرماتے ہیں:

"یہ کام واقعتاً بہت عظمت والا ہے جس میں محض تیزی سے قراءت نہیں ہوتی اور نہ ہی شوق وسہولت پسندی کی خاطر اس کو فراغت میں لذت لیتے ہوئے حاصل کیا جاسکتا ہے،بلکہ یہ کام تو جہدِ مسلسل،کڑی مشقت،باریک بینی اور کتب وصحائف میں

گہری نظر سے ہوتا ہے ۔ جس میں میرے اس دوست (احمد شاکرؒ) نے اپنی زندگی کا سارا حصہ تقریباً ربع صدی سے بھی زائد صرف کر دیا، حالانکہ اگر وہ اس کو لکھنے لکھانے، تالیف و تصنیف جو کہ مستقل ان کی ہوتی، میں خرچ کرتے تو آج ان کی سیکڑوں کتابیں ہوتیں جن سے مال وزر بھی خوب حاصل ہوتا اور لوگوں میں ان کا شہرہ بھی عام ہوتا۔ لیکن انہوں نے علم حدیث کے طالب کی حیثیت سے اس کو ترجیح دی اور اللہ نے ان کی اس آرزو کو پورا فرمایا اور ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائی [7]۔"

ان کے کلام کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ ان کے رواۃ و مرویات سے متعلقہ اصولوں، فقہی و علمی استدلالات، اصولی مباحث اور کتب کی تنقیح و تحقیق کے منہج کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ ایک خط میں انھوں نے لکھا:

"أحبَّ صديقي الشيخ أحمد محمد شاكر السنة النبوية المطهرة منذ شبابه الأول، وشغف بفقهها والتعمق في علومها والتنقيب عن روائعها ونفائس كتبها؛ وما زال يتعهد هذا الحب وينميه ويسقيه بما يتيح الله له من التوفيق، وجمع كتب الحديث وعلومه، المخطوط منها والمطبوع، في كل بلدان العالم، مما جعل مكتبته لا نظير لها مطلقاً عند عالم ممن أعرف، على كثرة من أعرف في البلدان الإسلامية[8]."

"میں اپنے دوست احمد شاکر کی سنتِ نبویہ مطہرہ سے محبت کے باعث ان کو از حد پسند کرتا ہوں جو انھوں نے عنفوانِ شباب میں ہی پیدا کر لی تھی اور سنت کی فقہ، متعلقہ علوم میں تعمق اور بہترین کو نکھار کر پیش کرنا اور نفیس کتابیں لکھنا ان کا مشغلہ تھا۔ ان کی اس محبت کے پیشِ نظر اللہ رب العزت نے ان کو اس قدر علم سے مزین کر دیا کہ توفیقِ ایزدی ان کے لیے آسان ہو گئی جس کی بدولت علوم سے متعلقہ ان کی کتب محفوظ و مطبوع ہیں اور سارے جہان میں معروف ہیں۔ نیز ان کی کتب کو اس قدر قبولیت عامہ ملی کہ ایسا مکتبہ تیار ہو گیا جس کی نظیر نہیں، ان کو پڑھنے والے عالم کا بھی دنیائے اسلام میں شہرہ اس سے ہو جاتا ہے۔"

تحقیق میں علماء کی آراء کا اہتمام سے بیان

علامہ احمد شاکرؒ کی علمی خدمت کے علاوہ دیانت داری کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے مسند پر کام کے دوران دیگر آئمہ کی طرف سے ہونے والے استدراکات و تعقبات کو جوں کا توں بیان کیا۔ انھوں نے خود کئی ایک مقامات پر اس کی صراحت کی ہے کہ انھوں نے کام شروع کرنے سے قبل علماء کو اس طرف توجہ دلائی جس کی وجہ سے ان کے پاس جن علماء نے اپنے تحفظات یا علمی نکات اور استدراکات و اصولی ابحاث ارسال کیں انہوں نے ان کو مسند میں بیان کیا۔ یہ ان کے علمی وقار اور متانت و سنجیدگی کی دلیل ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مقالہ میں رقم طراز ہیں:

"وهذا الأخ العلامة:هو الأستاذ (حبيب الرحمن الأعظمي، خادم الحديث في جامعة مفتاح العلوم (مئو أعظم كره) سابقاً، وعضو المجلس النيابي في إمارة الإيالة الشمالية، من الهند — حالاً) — كما هو نص توقيعه وعنوانه في كتابه ووفاء بوعدي ، وسروراً بما جاء في أبحاثه الدقيقة — سأثبت نص كلامه في الاستدراكات بالحرف الواحد، مفرقةً في مواضعها بين الاستدراكات في هذا الجزء، منسوبة إليه، بقولي (قال الأعظمي) — بعد تمحيص كل منها وتحقيقه؛ فما كان منها موافقاً لما انتهى إليه بحثي لم أعقب عليه، إقراراً بصواب ما ذهب إليه واعترافاً بفضله؛ وما كان لي فيه رأي يخالفه — وهو قليل — عقبت عليه بما أراه صواباً، إن شاء الله؛ راجياً أن يتقبل ذلك القليل بروح الإنصاف والتسامح، حتى لو رآني مخطئاً، فكلنا — والحمد لله — خدّام هذا الحديث الشريف: علم السنة النبوية، ولا مقصد لنا إلا العلم الخالص. وفقنا الله جميعاً للعمل الصالح[9]."

"یہ میرے بھائی علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی خادم حدیثِ جامعہ مفتاح العلوم (ہیں) جنہوں نے مجھ سے کئے وعدے کو نبھایا اور

ایسی دقیق ابحاث مجھے بھجوائیں جنہیں دیکھ کر مسرت ہوتی ہے۔ان کے اس قسم کے استدراکات کو من وعن نقل کروں گا اور مختلف مقامات پر انھی کے نام سے درج کروں گا۔ چنانچہ جب "قال الأعظمي" کہوں تو مراد یہی ہوں گے۔ اگرچہ میں نے اس پر کافی تحقیق وتمحیص کی ہے۔ لہٰذا ان کے جو استدراکات ہمارے موافق ہیں ان پر میں نے نقد نہیں کیا بلکہ درستی کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ البتہ جن میں مجھے اختلاف تھا، اگرچہ وہ قلیل ہیں تو میں نے ان پر علمی اور غیر جانبدارانہ تعاقب کیا ہے جو حدِ اعتدال میں ہی ہے۔ مقصود یہی ہے کہ اللہ رب العزت انصاف پر مبنی شئے/رائے کو قبول فرمائے، یہاں تک کہ اگر کوئی میری خطا پر مجھے مطلع کردے۔ کیونکہ بلاشبہ ہم سب (اللہ رب العزت کے رسول کی) حدیث کے خادم ہیں اور علم یعنی سنتِ مطہرہ کے ناشر ہیں۔ جس سے ہمارا مقصد ماسوائے علمِ خاص کے، اور کچھ نہیں۔ اللہ ہم سب کو عملِ صالح کی توفیق دے"

فنِ حدیث وعلومِ حدیث میں احمد شاکرؒ کی خدمات

احمد شاکرؒ کا اصل علمی ورثہ حدیث اور اس کے معاون وخادم علوم پر مشتمل کام ہے، جس میں آپ نے حدیث کے بنیادی مجموعات پر کام کیا اور اس کے علاوہ متعدد علومِ حدیث کی کتب پر آپ کی تعلیقات وتحقیقات مطبوع ہیں۔ راقم الحروف نے اس کی تفصیلات کو جمع کیا ہے جو درج ذیل ہے:

1. حدیث کے حوالے سے آپ کا سب سے پہلا کام مسند احمد بن حنبلؒ کی تحقیق وتخریج ہے، جس میں انہوں نے حد درجہ دقتِ نظری، ضوابط کی رعایت اور خوب محنت سے کام کیا۔ آپ نے اس پر تقریباً ۲۵ سال تک کام کیا اور ثلث کتاب کی تخریج کی۔ تکمیل سے قبل ہی آپؒ وفات پا گئے۔ مسند احمد پر آپ کا کام اعلیٰ پائے کا شمار ہوتا ہے جس کو معاصر علماء نے خوب سراہا اور اس کی تعریف کی ہے۔ آپ نے اس میں تقریباً ۸۱۰۰ احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے، جس میں فوائدِ فنیہ کے ساتھ ساتھ عمدہ قسم کا تجزیہ ومحاکمہ بھی پیش کیا۔ مسانید کو آپؒ نے ترتیب سے درج کیا ہے۔ غریب الفاظ کی لغوی ومعنوی شرح لکھی، جس کے شروع میں ایک بہترین مقدمہ درج کیا، جو مسند کے خصائص پر مشتمل ہے۔ مسند احمد کے اس کام کو انہی کے منہج کو اختیار کرتے ہوئے بعد ازاں مکمل تو کر لیا گیا، تاہم جس طرح وہ اس کی تحقیق کر چکے تھے اس پائے کی تحقیق بعد میں دیکھنے کو نہیں ملی۔
2. حدیث کے حوالے سے دوسرا بڑا تحقیقی کام "جامع الترمذی" پر تعلیق وحاشیہ ہے، جس میں انھوں نے از حد محنت کی۔ جامع الترمذی کی کل ٦١٦ احادیث کی آپؒ نے تخریج وتحقیق کی ہے۔ یہ کام دراصل متاخرین کے لیے تحقیق کے منہج کو واضح کرتا ہے۔ شیخ احمد شاکر کے کام سے اگرچہ اختلاف کیا گیا ہے، وہ اس طور پر کہ انہوں نے متعدد رواۃ کو ثقہ قرار دیا جو جمہور اہل حدیث کے نزدیک ضعیف ہیں، لیکن اس سب کے باوجود ان کا منہج تحقیق اور دراسہ اس بات کے لیے رہنما ہے کہ متقدمین کی کتب پر تحقیق یا تخریج کن کن پہلوؤں سے ممکن ہے۔ اس کے علاوہ احادیث کے مفاہیم ومعانی اور حقیقی اطلاقات کی تفہیم میں بھی آپ کا یہ کام از حد مفید ومعاون ہے۔
3. حدیث کے حوالے سے تیسرا بڑا کام صحیح ابن حبان کی طباعت اور اس کی نشر سے متعلق ہے۔ اس میں انہوں نے اولاً کتاب کے موجود نسخے حاصل کیے اور ان کا مقارنہ کر کے طبع کرانے کا پروگرام بنایا۔ تاہم آپ ۱۳۸ احادیث پر

تعلیقات لگا چکے تھے کہ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

4. چوتھا تحقیقی اور تصنیفی کام آپؒ نے شیخ حامد الفقی کے ساتھ مل کر شروع کیا جو مختصر السنن لابی داؤد، معالم السنن للخطابی اور تہذیب الامام ابن القیم پر تھا۔اس کی پہلی تین جلدیں تحقیق سے مزین ہو کر مطبوع ہیں، تاہم بقیہ کا تاحال علم نہیں ہو سکا۔

5. آپ نے صحیح بخاری کی شرح لامام کرمانی کی تصحیح کی، جس کا فقط ایک ہی جزو آپ کی تصحیح کے ساتھ مطبوع ہے۔

6. ان کے علاوہ جو آپ نے ذاتی نوعیت کے تحقیقی کام کیے وہ مختصر ہیں یا کامل، تحقیقی یا تخریجی؛ان کی فہرست درج ذیل ہے:

1) سب سے پہلے آپؒ نے اربعین نووی کی تصحیح و مراجعت مکمل کی۔

2) ایک رسالہ "السمع والطاعة" تحریر کیا، جس میں اطاعتِ واجبہ اور محرمہ کی صورتیں بیان کیں۔

3) اپنے بھائی محمود شاکر کے ساتھ مل کر "عمدۃ الاحکام للحافظ عبد الغنی مقدسی" کی ایک بہترین تحقیق کی جو کہ کامل مطبوع اور علماء میں خاصی متداول ہے۔

4) شیخ حامد الفقی کے ساتھ ملکر "احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام ازابن دقیق العید" کی تحقیق و تعلیق کا کام کیا۔

5) جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلیؒ کی کتاب سے اخذ و استفادہ کرتے ہوئے کل آٹھ احادیث پر مبنی چار رسائل لکھے جو تحقیق سے مطبوع ہیں۔

6) ایک عمدہ اور فوائد سے بھرپور تحقیق اور تعلیق آپ نے "نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر للحافظ ابن حجر عسقلانی" پر لکھی جو علماء و طلاب علم کے ہاں خاصی مقبول ہے۔

7) امام یحیی بن آدم کی کتاب الخراج میں مذکور احادیث کی تخریج و تحقیق اور آثار پر تعلیق بھی آپ کے علمی ترات کا حصہ ہے۔

8) اصولِ حدیث میں از حد مقبول کام: "الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث للحافظ ابن کثیر" پر آپ کی تحقیق، تعلیق اور شرح کا ہے، جس کو بہت پذیرائی حاصل ہے اور یہ کتاب اکثر مدارس دینیہ کے نصاب میں بھی شامل ہے۔الفیہ العراقی کی تصحیح اور ضبط میں آپ کا کام دیگر محققین کی نسبت معروف ہے۔اس کے علاوہ خصائص مسند الامام احمد ازابو موسیٰ مدینی۔المصعد الأحمد فی ختم مسند الامام احمد لابن الجوزی اور التحقیق فی احادیث الخلاف لابن الجوزی کی جامع و بہترین تحقیقات آپؒ کی علمی ثقاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

نقدِ رجال میں اختیار کردہ منہج کی خصوصیات

علامہ احمد شاکرؒ کا نقدِ رجال میں منہج و اسلوب عصرِ حاضر میں از حد مقبول ہے اور معاصرین کے ہاں ان کے بیان کردہ اصول وضوابط متداول ہیں، جس سے ان کا علمی مقام و مرتبہ واضح ہوتا ہے اور اس لحاظ سے وہ اپنے معاصر ناقدین پر بوجوہ فائق نظر آتے ہیں۔ بالخصوص علومِ حدیث و اصطلاحاتِ جرح و تعدیل کے انطباق اور حقیقت سے قریب تر استعمال میں یہ منہج منفرد اسلوب کا حامل ہے۔

1. حکمِ حدیث میں اجتہاد کی شرعی حیثیت

حافظ ابن صلاح نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حدیث پر صحت وضعف کا حکم لگانا متاخرین کے لیے ممکن نہیں، اس لیے کہ اب مدون صحف و کتب میں روایات جمع ہیں۔ نیز یہ ایک امرِ دقیق ہے جو معرفت ثاقب کا متقاضی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں مذکور

منصوص روایات کی صحت کفایت کرنے والی ہے یا اس طرح بعض وہ مصنفات جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے، محض ان سے ہی اخذ واستفادہ کیا جائے۔ علامہ احمد شاکرؒ نے اس پر تعاقب کیا اور علمی محاکمہ کرتے ہوئے لکھا:

"وقد ردّ العراقی وغیرہ قول ابن الصلاح هذا وأجازوا لمن تمكن وقويت معرفته أن يحكم بالصحة أو بالضعف على الحديث ، بعد الفحص عن اسناده و علله و هوالصواب[10]."

"علامہ عراقی وغیرہ نے ابن الصلاح کے اس قول کو ردّ کر دیا ہے اور اس شخص کے لیے اسے جائز قرار دیا جس کو قدرت حاصل ہو اور اس کی معرفت پختہ ہو، جس سے وہ حدیث پر صحت وضعف کا حکم لگا سکے بشرطیکہ حدیث کی اسناد اور علل کے حوالے سے وہ باریک بینی سے کام لے چکا ہو"

اسی طرح اسی کتاب کے دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"فالقول بمنع الاجتهاد قول باطل لا برهان عليه من كتاب ولا سنة ولا تجد له شبه دليل[11]."

"حدیث (پر حکم) میں اجتہاد کو منع کرنے کا کہنا باطل قول ہے، جس پر کتاب وسنت کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ دلیل نام کی بھی کوئی چیز نہیں"

علامہ احمد شاکر کے اس قول کو متاخرین نے بہت زیادہ سراہا۔

2. حدیثِ صحیح سے علم یقینی وقطعی کا افادہ

علامہ احمد شاکرؒ نے حدیثِ صحیح کے حوالے سے بہت سا کلام کیا ہے جو متاخرین میں کافی معروف ہے۔ آپؒ کے برادر اکبر محمود شاکر نے بھی اس حوالے سے نکتہ طرازی کی تاہم علماء نے اس پر تعاقب کیا ہے اور علامہ احمد شاکر کا دفاع کیا۔ حدیثِ صحیح کے ثبوت اور علم کے حوالے سے ان کی کلام کو نقل کرنے والوں میں الشیخ شعیب ارناؤوط، علوی السقاف، الشیخ ابن باز اور کئی دیگر کبار آئمہ شامل ہیں۔ اس ضمن میں ان کا مشہور موقف یہی ہے کہ خبرِ واحد بھی علمِ یقینی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس پر ان کی کلام میں حافظ ابن حزم کی کلام بطور تائید مذکور ہے جس میں انہوں نے اس موقف کی ادلہ کو بھی نقل کیا جو جمہور کے اس موقف کو ثابت کرتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"والحق الذی ترجحه الادلة الصحيحة ما ذهب اليه ابن حزم[12]."

"حق وہی ہے جس کو ادلہ صحیحہ ترجیح دیتی ہیں، یعنی جس کو ابن حزم نے اختیار کیا ہے۔"

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"ودع عنک تفريق المتكلمين فی اصطلاحاتهم بين العلم والظن فانما يريدون بهما معنى آخر غير ما نريد[13]."

"علم وظن کے مابین متکلمین کی اصطلاحی تعریف کو چھوڑ دیں، کیونکہ وہ ان سے جو معنی مراد لیتے ہیں وہ ہمارے مقصود کے بالکل خلاف ہے"

الغرض علامہ احمد شاکرؒ کے اس تجزیے اور تبصرے کو اہل علم میں خاصی پذیرائی ملی جو ان کے علوِ مرتبت اور عزت وشان کی دلیل ہے۔

3. ثقہ روای کی مجہول سے روایت

احمد شاکر نے اس ضمن میں جمہور کے موقف کو ترجیحی بنیادوں پر اختیار کیا ہے۔ان کے نزدیک جب کوئی ثقہ راوی کسی مجہول سے بیان کرے تو یہ اس کی توثیق نہیں۔وہ فرماتے ہیں:

"راوية الثقة عن شخص لا يعرف حاله لا يكون توثيقاً له ولوكان الراوی معروفاً بانه لا يروی الا عن ثقة كمالک وشعبة و يحيى القطان[14]"

"کسی ثقہ راوی کا ایسے شخص سے بیان کرتا جس کی حالت معروف نہیں،اس کی توثیق ہر گز نہیں شمار ہو گی۔اگرچہ وہ راوی اس امر میں معروف ہی کیوں نہ ہو کہ وہ محض ثقہ سے بیان کرتا ہے جیسے امام مالک،شعبہ اور یحیی بن سعید القطان وغیرہم ہیں۔"

اس ضمن میں دوسراا ہم مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی ثقہ کسی مبہم سے بیان کرے،یعنی اس کا نام نہ لے تاہم اس کی توثیقِ ضمنی کرے۔اس کی روایت مقبول ہو گی؟ بالفاظ دیگر کیا اس مجہول سے جہالت رفع ہو کر اسے درجہ شہرت میں لے آئے گی،نیز اس کی یہ توثیق آئمہ کے نزدیک مقبول ہے یا نہیں؟اس حوالے سے وہ فرماتے ہیں:

"وإذا روىٰ الثقة عن مبهم لم يذكر اسمه بل قال"حدثنى الثقة" أو"حدثنى من لا أتهم"فانه اولى بعدم القبول إذ لا حجة فى المجهول،وكذلک اذا ما قال الثقةو"كل شيخ أروى عنهم هو ثقة "ثم روى عن مبهم لم يذكر اسمه[15]"

"اور جب کوئی ثقہ راوی کسی مبہم سے بیان کرے جس کا نام مذکور نہ ہو،بلکہ کہے کہ "مجھے یہ ثقہ نے حدیث بیان کی "یا"مجھے اس نے حدیث بیان کی جس کو میں متہم قرار نہیں دیتا"تو راجح اس توثیق کو قبول نہ کرتا ہے کیونکہ مجہول کے بارے میں اس قسم کی توثیق حجت قبول نہیں۔اسی طرح جب کوئی راوی کہے کہ "ہر وہ شیخ جس میں روایت کرتا ہوں وہ ثقہ ہے"پھر وہ مبہم سے روایت کرے جس کا نام مذکور نہ ہو تو یہ صحیح نہیں۔"

مذکورہ عبارت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ احمد شاکرؒ جمہور کے موقف کے قائل ہیں کہ توثیقِ ضمنی بھی مقبول نہیں اور نہ ہی مجہول سے بیان کرنے والے کے قول برائے توثیق کی کوئی حیثیت ہے۔اس لیے کہ عین ممکن ہے مجہول اس کے نزدیک تو ثقہ ہو،تاہم غیر کے نزدیک وہ متکلم فیہ یا مجروح ہو۔

جبکہ دوسرا ضابطہ جو اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی راوی کا کہنا کہ میں جس سے بھی روایت لوں گا وہ ثقہ ہی ہو گا،یہ بھی محدثین کے ہاں مردود ہے۔اس لیے کہ عین ممکن ہے یہ اس کا زعم ہو کہ وہ ثقہ سے ہی روایت لیتا ہے،حالانکہ وہ جمہور کے نزدیک غیر معتبر اور ناقابل حجت ہو۔چنانچہ احمد شاکر کے ان رجحانات کا واضح مطلب یہی ہے کہ وہ جمہور کو راجح قرار دیتے ہیں،نیز اس کا عملی مشاہدہ مسند احمد کی تخریج میں بھی کیا جاسکتا ہے جس کو ہم کچھ سطور بعد بیان کریں گے۔البتہ اس میں ایک استثنا اصولی طور پر احمد شاکر نے نقل کی ہے۔وہ فرماتے ہیں:

"وذهب بعضهم إلى قبول ذلک فى حق من قلّد هذا الشيخ ،كأتباع مالک أذا روى عن شخص مبهم وسماه بانه ثقة ،وكأتباع الشافعى كذلک"

"بعض حضرات جو کسی خاص امام کے مقلد ہیں اس قسم کے رواى سے توثیق کو قبول کرتے ہیں جیسے امام مالک کے اصحاب ہیں جبکہ کچھ دیگران روات، آئمہ کی کلام کو قبول کرتے ہیں جو مبہم سے بیان کریں تاہم یہ بتادیں کہ وہ ثقہ ہے جسے امام شافعی کے اصحاب ہیں"

احمد شاکر نے اپنے اس موقف کو الباعث الحثیث میں بھی ذکر کیا ہے اور اس کو فیصلہ کن الفاظ کے طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"أما اذا قال"حدثنی الثقة" فقط فانه من باب الراوی المبهم[16]"

"جب راوی کہے کہ "مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی" تو یہ مبہم راوی کے قبیل سے ہے۔"

4. مجہول العین کی روایت اور احمد شاکر کا موقف

مجہول العین کی روایت کے بارے میں احمد شاکر فرماتے ہیں:

"اختلفوا فی مجهول العین :هل تقبل روایته ؟وهو الذی لم یروعنه الا شخص واحد ،لأن أقل ما یرفع الجهالة روایة اثنین مشهورین عن الراوی[17]."

"اصولیوں کا مجہول العین مین اختلاف ہے کہ کیا اس کی روایت قبول کی جائے گی یا نہیں؟ مجہول العین سے مراد وہ راوی ہے جس سے محض ایک شخص نے روایت کیا ہو۔ جبکہ جہالت کے رفع ہونے کے لیے سب سے کم درجہ یہ ہے کہ اس راوی سے دو مشہور روات بیان کریں۔"

اس کا مطلب یہی ہے کہ مجہول العین راوی کی روایت احمد شاکر کے نزدیک مقبول نہیں کیونکہ ان کی عبارت "لأن أقل ما یرفع الجهالة روایة اثنین مشهورین" کا تقاضا یہ ہے کہ قبولیتِ روایت کے لیے کم از کم دو مشاہیر ضروری ہیں جبکہ یہاں صرف ایک ہوتا ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں؛

"واختلفو ا أیضا فی روایة مجهول العدالة ظاهراً و باطناً مع کونه معروف العین بروایة عدلین عنه: فقبلها بعضهم مطلقا و قبلها بعضهم إذا رویٰ عنه من لا یروی الّا عن ثقة[18]"

"اصولیوں کا مجہول العدالت کی روایت میں بھی اختلاف ہے، خواہ وہ ظاہری طور پر غیر معروف ہو یا باطنی طور پر، جبکہ وہ معروف العین ہو جس سے دو عادل بیان کرنے والے ہوں۔ بعض اصولیوں نے اس کو مطلقا قبول کیا ہے اور بعض نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا ہے اس سے روایت کرنے والا ایسا ہو جو محض ثقہ سے بیان کرتا ہے۔"

علامہ احمد شاکرؒ کے نزدیک اس قسم کا راوی عدالت کے واقعی ظہور اور قبولیت تک متوقف ہی قرار پاتا ہے تآنکہ اس کی عدالت ثابت ہو جائے جو اس کی قبولیت کا عندیہ دے۔ چنانچہ اس کی روایت کا حتمی حکم بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"والصحیح عدم قبولها وهو قول الجمهور[19]."

"صحیح موقف یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول نہیں، جو کہ جمہور کا قول ہے۔"

5. مستور کی روایت کے متعلق احمد شاکر کا رجحان

احمد شاکر مجہول الحال یعنی مستور کی روایت کو جمہور کے برخلاف قبول کرنے کے قائل نظر آتے ہیں، اس کی وضاحت کرتے

ہوئے لکھتے ہیں؛

"وأما المستور وهو العدل فی ظاهر حاله ،لكنه مجهول العدالة باطناً فالأصح قبول روايته لأن الإخبار مبنی علی حسن الظن بالراوی[20]"

"جہاں تک مستور کا تعلق ہے تو وہ ظاہری حالت سے تو عادل (معلوم ہوتا) ہے لیکن باطنی عدالت مجہول ہے۔ پس صحیح ترین بات یہ کہ اس کی روایت مقبول ہو گی کیونکہ بالعموم اِخبار راوی پر حسنِ ظن کی بنیاد پر مبنی ہوتی ہے۔"

مستور کے حوالے سے جمہور محدثین اور اصولیوں کا موقف انتہائی معتدل مگر مدلّل ومبرھَن ہے۔ چنانچہ اس کی بہترین توضیح امام الحرمین الجوینی نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"في رواية المستور الذي لم يظهر منه نقيض العدالة ولم يتفق البحث الباطن عن عدالته تردد المحدثون (في روايته) والذي صار إليه المعتبرون من الأصوليين أنه لا تقبل روايته وهو المقطوع به عندنا[21]"

"مستور کی روایت، جس میں عدالت زائل کرنے والا امر ظاہر نہ ہو اور اس کی باطنی عدالت پر بھی بحث وتمحیص کسی نکتہ پر متفقہ نہ ہو، تو محدثین اس کے حکم کے بارے متردد ہیں۔ معتبر اصولی حضرات کا رجحان یہی ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی اور یہ ہمارے نزدیک قطعی فیصلہ ہے۔"

چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اس پر کلام کرتے ہوئے اس کو راجح قرار دیا ہے اور اس کو جمہور کا مذہب قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"والتحقيق ان رواية المستور و نحوه مما فيه من الاحتمال لا يطلق القول بردها ولا بقبولها بل يقال هی مو قوفة إلی استبانة حاله كما جزم به إمام الحرمين[22]"

"حقیقت یہ ہے کہ مستور جیسے راوی کی روایت جس میں احتمال ہوتا ہے مطلق طور پر نہ تو مردود کی جاسکتی ہے اور نہ ہی قبول، بلکہ یہ کہنا بہتر ہے کہ وہ اس کی حالت کی وضاحت پر موصوف رہے گی جیسا کہ امام الحرمین نے اس پر جزم اختیار کیا ہے۔"

6. احمد شاکر اور وضع حدیث کا حکم

جمہور اصولیین اور محدثین کے برعکس احمد شاکر کا اس حوالے سے موقف امام محمد ابو الجوینی کے موافق ہے۔ جمہور محدثین کے ہاں وضاع کی بابت جزوی تفصیلات ہیں جن کو بعض شرائط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس حوالے سے احمد شاکرؒ کا موقف بالکل عامیانہ مگر تحقیقی ہے، جو درج ذیل ہے:

"وقد جزم الشيخ محمد ابو الجوينی –والد امام الحرمين –بتكفير من وضع حديثاً علی رسول الله قاصد ا ألی عالماً بافترائه وهوالحق [23]"

"امام الحرمین کے والد شیخ محمد ابو الجوینی نے نبی اکرم کی نسبت حدیث گھڑنے والے کی تکفیر کا موقف اختیار کیا ہے، اس شرط پر کہ وہ اس جھوٹ کو حقیقتاً جانتا اور ارادہ رکھتا ہو، یہی موقف درست ہے۔"

7. فاسق کی روایت کے بارے احمد شاکر کا نقطہ نظر

فاسق کی روایت پر حکم کے حوالے سے علامہ احمد شاکرؒ کا موقف یہ ہے کہ ''فسق کی بنا پر مجروح راوی جب اپنے فسق سے تائب ہو جائے اور اس کی عدالت معروف ہو جائے تو اس کی روایت بعد از توبہ قبول کی جائے گی۔ یہ موقف علی الاطلاق حدیثِ نبوی

میں کذب کے علاوہ گناہوں کے حوالے سے ہے، کیونکہ امام احمد بن حنبلؒ وابو بکر بن حمیدی اور امام ابو بکر الصیرفی سے منقول ہے کہ اس شخص کی روایت ہو گز مقبول نہیں جو حدیثِ نبوی میں کذب سے کام لیتا ہے اگرچہ وہ جھوٹ سے تائب بھی ہو چکا ہے۔ فسق اور کذبِ راوی کے اس حکم کو احمد شاکرؒ نے وضاحت سے درج کرتے ہوئے اس پر تائید کے لیے امام ثوری کے قول کا حوالہ دیا وہ فرماتے ہیں:

"المختار القطع بصحة توبته و قبول رواية كشهادة كالكافر إذا أسلم[24]"

"محدثین کا اختیار یہی ہے کہ توبہ کی صحت اور فاسق کی (بعد از توبہ) روایت مقبول ہے جیسے اس کی شھادت مقبول ہے بالکل اسی طرح جیسے کافر کی بعد از اسلام قبول کرنے کے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ احمد شاکر نے نزدیک فاسق کی روایت دو اعتبارات سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ اگر اس کی توبہ ثابت نہیں اور اس سے کذب بھی معروف نہیں تو روایت مطلقاً مردود ہے، اسی طرح اگر توبہ ثابت ہے اور وہ فسق سے باز آگیا ہے تو اس کی روایت مقبول ہو گی بشرطیکہ اس سے کذب کا ثبوت نہ ہو کیونکہ کذاب کی روایت تو بنفسہ مردود ہے۔ انھوں نے امام احمد کے موقف کو بھی ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے کہ فاسق کی روایت کذاب کے مقابلہ میں مقبول ہوتی۔ نیز کذاب میں تو اس روایت کا اثر تا قیامت جاری رہتا ہے جو اس کی عدمِ قبولیت کا عندیہ دیتا ہے۔ لہٰذا کذب کو فسق کے ساتھ ملانا بایں طور پر کہ فسق کا حکم کذب کے حکم کے ساتھ قیاساً جوڑا جا رہا ہو کسی طور درست نہیں۔

اہم اصولی مواقف و آراء

علامہ احمد شاکرؒ کی جو آراء اصولی مباحث سے متعلقہ ہیں، وہ اہل علم کے ہاں مقبول اور معروف ہیں۔ ان میں درج ذیل نہایت اہم ہیں:

1. علامہ موصوف کا ضعیف کو تعدد طرق سے صحیح قرار دینے میں موقف بہت ہی شان دار اور محققانہ اسلوب کا عکاس ہے۔ ان کے نزدیک وہ ضعیف تقویت پاتی ہے جو راوی کے حافظے کی خرابی کی وجہ سے ہو۔ البتہ جو بوجہ فسقِ راوی یا اتہام کذب کے ہو تو اس میں تقویت نہیں پیدا ہوتی اگرچہ طرق متعدد کیوں نہ ہو جائیں[25]۔

2. سنن ترمذی میں امام ترمذی نے "حسن" کی اصطلاح کا مجمل جو بیان کیا ہے، ابن الصلاح نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ ان کے نزدیک یہ اصطلاح مسنداً امام ترمذی سے ثابت نہیں۔ جبکہ علامہ احمد شاکرؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ یہ کلام اور حسن کی تعریف سنن کے نسخ (بلکہ العلل) میں امام ترمذیؒ سے ثابت ہے[26]۔

3. موطا امام مالک میں موجود تمام روایات صحیح نہیں بلکہ موصول اور مرفوع روایات میں اکثر جو شروط صحت کو مستلزم ہیں وہ صحیح ہیں، البتہ مراسیل و بلاغات کا یہ درجہ نہیں۔ ان میں سے اکثر صحت سے کم درجے کی حامل ہیں[27]۔

4. جمہور کی رائے کے عین مطابق ان کا موقف ہے کہ احادیثِ صحیحین تمام تر صحیح اور مستند ہیں[28]۔

5. امام حاکم تصحیح حدیث میں متساہل ہیں، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے کئی روایات میں ضعف کے باوجود انہیں صحیح کہا ہے [29]۔

6. مجہول راوی کی روایت کے عدمِ قبولیت کی بابت ان کا موقف جمہور محدثین جیسا ہے۔ حدیثِ مرسل کے بارے میں کلام پر وہ لکھتے ہیں کہ وہ حجت نہیں کیونکہ محذوف راوی غیر معروف ہوتا ہے۔ بلکہ بسااوقات مل جانے پر غیر ثقہ بھی ہوتا ہے جبکہ اعتبار روایت میں ثقہ اور تیقن پر ہوتا ہے۔ اور مجہول میں (اس مسئلہ پر) کوئی حجت نہیں [30]۔

7. مراسیل صحابہ کے بارے میں بھی ان کا موقف علامہ سیوطیؒ کی موافقت میں ہے، کہ ان کی اکثر روایات مرفوع نہیں بلکہ اسرائیلیات، حکایات اور موقوف سے متعلقہ ہیں [31]۔

8. ابن الصلاح، نووی اور سیوطی رحمھم اللہ کا موقف یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے نسخ کو علت شمار کیا ہے جو حدیث کے غیر معمول بھا ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ احمد شاکر نے اس پر ردّ کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ اسے نسخ تسلیم کرتے تو ضرور صراحت کرتے جو کہ ان سے منقول نہیں [32]۔

9. متواتر کی حد کے حوالے سے احمد شاکرؒ کا موقف خاصا مقبول اور متداول ہے۔ ان کے بیان کے مطابق متواتر میں کوئی حد نہیں جو معتبر قرار دی جاسکے۔ محض ضروری یہ ہے کہ خبر سے سامع کو صدق اور عدمِ احتمالِ کذب حاصل ہو۔ جو ان کے احوال وظروف اور خبر کو نقل کرنے کی کیفیت سے ممکن ہوگا [33]۔

خلاصہ بحث

علامہ احمد شاکر کی کتب اور تحقیق کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک منجھے ہوئے اصولی اور بہترین محقق ہونے کے ساتھ، ایک عمدہ ناقد بھی تھے۔ اسی لیے انہوں نے جن کتب کی تعلیقات کا کام کیا اس میں تمام مذاہب اور فقہاء و اصولیوں کے اختیارات کا موازنہ کرتے ہوئے دلائل کی خوب تفتیش کی اور جو ان کا تقاضا تھا اس کے مطابق فیصلہ دیا۔ ان کی تحقیق کا تقابل بہر حال ایک ضروری امر ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں تین پہلو قابل توجہ ہیں جن پر تحقیق از حد ضروری ہے:

1. مسند احمد کے حوالے سے ان کی تخریج و تحقیق معروف ہے، اس کا معاصرین (علامہ شعیب ارناؤوط رحمہ اللہ ودیگر) کی تحقیق سے تقابل کیا جائے اور احادیث کی صحت وضعف کے احکام کے علاوہ ان کے منہجِ نقد کا دراسہ کیا جائے۔

2. اصولی کتب میں موجود ان کے مواقف وآراء کو بالاستیعاب مطالعہ کرتے ہوئے واضح کیا جائے اور بتایا جائے کہ ان کے اکثر مواقف جمہور کی آراء سے ماخوذ ہیں یا انہوں نے اغلب میں اپنا موقف دلیل پر قائم کیا ہے۔ (راقم الحروف نے جو تجزیہ پیش کیا ہے وہ جزوی ہے، اس لحاظ سے کہ اس میں اہم اور مشہور مواقف ومذاہب کا مطالعہ کیا گیا ہے، جبکہ نئی تحقیق کے لیے راہ بہر حال موجود ہے)۔

3. احمد شاکرؒ کے نامکمل اور ادھورے تحقیقی کام جو ان کے بعد دیگر محققین نے سرانجام دیے ان کا دراسہ کیا جائے تاکہ معلوم ہو کہ احمد شاکرؒ اور بعد والوں کی تحقیق اور منہج میں کیا فرق ہے؟ نیز کیا انہوں نے احمد شاکر کے منہج کی پیروی کی ہے یا اپنے اصولی منہج و مذہب کے مطابق کام کیا ہے؟

حواشی وحوالہ جات

1 مجلہ، المجلہ ۱۹: ۱۵، المطبوع من مصر، القاہرہ (س-ن)
2 نفس مصدر ۱۹: ۱۷
3 أحمد شاکر، مقدمہ الرسالہ للشافعی ۴: ۸، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۳ھ
4 نفس مصدر: ۵
5 أحمد شاکر، مقدمہ الصحیح لابن حبان: ۶۲، دار الکتاب العربی، مصر، ۱۹۷۷ء
6 نفس مصدر ۲: ۴۵
7 المجلہ ۱۹: ۲۵
8 *http://www.islamist-movement.com/28888. RETRIVED AT:4:55 PM.04/05/2017*
9 *http://www.ahlalhdeeth.com/vb/archive/index.php/t-67541.html. RETRIVED AT:4:55 PM.04/05/2017*
10 احمد شاکر، الباعث الحثیث: ۲۳، دار الکتاب الاسلامی، دمشق، قاہرۃ، ۱۹۹۷ء
11 نفس مصدر: ۲۴
12 احمد شاکر، شرح الفیۃ السیوطی: ۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۳ھ
13 الباعث الحثیث: ۲۹--- شرح الفیۃ السیوطی: ۸
14 الباعث الحثیث: ۷۹
15 نفس مصدر
16 الباعث الحثیث: ۸۰
17 شرح الفیۃ السیوطی: ۷۸
18 نفس مصدر
19 شرح الفیۃ السیوطی: ۷۹
20 نفس مصدر
21 البرہان فی اصول الفقہ: ۱۶۱۴
22 فتح المغیث ۲: ۵۴
23 شرح الفیۃ السیوطی: ۷۱
24 الباعث الحثیث: ۸۵
25 شرح الفیۃ السیوطی: ۱۷--- الباعث الحثیث: ۳۴
26 الباعث الحثیث: ۳۴
27 الفیۃ السیوطی: ۱۷
28 شرح الفیۃ السیوطی: ۹--- الباعث الحثیث: ۲۹
29 شرح الفیۃ السیوطی: ۱۵
30 شرح الفیۃ السیوطی: ۲۵--- الباعث الحثیث: ۴۰
31 الباعث الحثیث: ۴۱
32 نفس مصدر: ۶۰
33 شرح الفیۃ السیوطی: ۳۹-۴۰